ترک رفع یدین کے دلائل اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

رفع یدین سے مراد نماز کی حالت میں تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھانا ہے، وتر اور عیدین کی نماز کے علاوہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہی رفعِ یدین کرنا مسنون ہے اور یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے زمانہ سے مختلف فیہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض صحابہ کرام رفع یدین کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔اسی وجہ سے مجتہدینِ امت میں بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ترکِ رفع یدین والی روایات کو راجح قرار دیا ہے، کئی اکابر صحابہ کرام علیھم الرضوان کا معمول ترکِ رفع یدین کا تھا، اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہے۔ احناف کے نزدیک ترکِ رفع یدین ہی سنت ہے اور اس حوالے سے بہت سی احادیث اور اقوالِ صحابہ موجود ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ ترجمہ کنزالایمان: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔ (القرآن، سورۃ المؤمنون، آیت 2)

اس آیت کے تحت تفسیر سمرقندی میں ہے: ”قال الحسن البصری رحمہ اللہ: خاشعون الذین لا یرفعون ایدیھم فی الصلوۃ الا فی التکبیرۃ الاولی“ ترجمہ: امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خاشعون سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے ہاتھوں کو تکبیر اولی کے سوا کسی اور جگہ نہیں اٹھاتے۔ (تفسیر السمرقندی، جلد2، صفحہ408، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت)

سنن ترمذی میں ہے ”قال عبد اللہ بن مسعود ألا أصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ إلا فی أول مرۃ“ ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں اس طریقے کے مطابق نماز پڑھاؤں جس انداز سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی تو ایک ہی مرتبہ یعنی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے۔

(جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، جلد1، صفحہ164، مطبوعہ لاھور)

مذکورہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد حضرت امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من أھل العلم من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان الثوری وأھل الکوفۃ“ ترجمہ: حدیث عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث حسن ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنھم و تابعین میں سے متعدد علماء کا یہی مذہب تھا اور امام سفیان اور علمائے کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، جلد1، صفحہ164، مطبوعہ لاھور)

مسند ابی یعلی میں ہے: ”حدّثنا إسحاق، حدثنا ابن إدریس قال: سمعت یزید بن أبي زیاد عن ابن أبي لیلی عن البراء قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حین استقبل الصلاۃ، حتی رأیت إبھامیہ قریبًا من أذنیہ ثم لم یرفعھما“ ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جس وقت نماز شروع فرمائی تھی، حتی کہ میں نے دیکھا کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے قریب پہنچایا، اس کے بعد پھر آخیر نماز تک دونوں ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔ (مسند ابی یعلی، جلد3، صفحہ248، مطبوعہ دار المأمون للتراث دمشق)

احادیث کی معتمد و مستند کتب میں حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر اور مولائے کائنات علی المرتضی رضی اللہ عنھم اجمعین کے حوالے سے واضح روایات موجود ہیں کہ یہ حضرات رکوع کے موقع پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ امام بیہقی رضی اللہ عنہ اپنی سنن کبری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل فرماتے ہیں: "عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال: صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر وعمر فلم يرفعوا أيديهم إلا عند افتتاح الصلاة" یعنی: حضرت علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا اس کے علاوہ پوری نماز میں کہیں رفع یدین نہیں کیا۔" (السنن الكبرى للبيهقي، جلد 02، صفحه 393، مطبوعه دار الفكر، بيروت)

اسی طرح حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رأيت عمر بن الخطاب رضى الله عنه يرفع يديه في أول تكبيرة، ثم لا يعود" یعنی: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں صرف شروع کی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے بعد کسی اور تکبیر میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔" (شرح معاني الآثار، باب التكبير للركوع والتكبير للسجود، جلد 1، صفحه 227، مطبوعه عالم الكتب)

مؤطا امام محمد میں ہے: حضرت عاصم بن کلیب جرمی رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت کلیب جرمی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "رأيت على بن أبي طالب رفع يديه في التكبيرة الأولى من الصلاة المكتوبة ولم يرفعهما سوى ذلك" یعنی: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم کو دیکھا کہ فرض نماز کی تکبیرِ اولیٰ (یعنی تکبیرِ تحریمہ) میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے، اور اس کے سوا (کسی اور تکبیر میں) ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔" (مؤطا إمام محمد، صفحه 84، مطبوعه لاهور)

مذکورہ روایات پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات

1۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:

صحیح مسلم میں ہے: "عن جابر بن سمرة قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة" ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف تشریف لا کر فرمایا: مجھے کیا ہو گیا کہ میں تم لوگوں کو نماز کے اندر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں، گویا کہ ایسا لگتا ہے جیسا کہ بے چینی میں گھوڑے اپنی دم کو اوپر اٹھا اٹھا کر ہلاتے ہیں، تم نماز کے اندر ایسا ہر گز مت کیا کرو، نماز میں سکون اختیار کرو۔

(صحيح مسلم، جلد 1، صفحه 322، مطبوعه عيسى البابي الحلبي وشركاه، القاهرة)

اس روایت پر کیے گئے اعتراضات اور ان کا جواب:

اعتراض نمبر 1: اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر نہیں۔

جواب: ہمارا دعویٰ ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کیا جائے، چاہے وہ رکوع والا ہو یا سجود والا۔ حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: اسکنوا فی الصلوۃ (نماز میں سکون اختیار کرو) اس سے مذکورہ رفع یدین کی نفی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مشہور محدثین مثلاً علامہ زیلعی اور علامہ بدر الدین عینی نے تصریح کی ہے، لہذا یہ اعتراض باطل ہے۔

چنانچہ علامہ زیلعی لکھتے ہیں: ”إنما يقال ذلک لمن يرفع يديه أثناء الصلاة، وهو حالة الركوع والسجود، ونحو ذلک“ ترجمہ: یہ الفاظ (نماز میں سکون اختیار کرو) اس شخص کو کہے جاتے ہیں جو دوران نماز رفع یدین کر رہا ہو اور یہ حالت رکوع یا سجود وغیرہ کی ہوتی ہے۔

(نصب الرایہ للزیلعی، ج 1، صفحہ 394، مطبوعہ مؤسسة الريان للطباعة والنشر، بیروت)

اعتراض نمبر 2: اس حدیث پر محدثین کا اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے، کیونکہ سب محدثین نے اس حدیث پر سلام کے وقت اشارہ سے منع کرنے کے ابواب باندھے ہیں۔ اور کسی محدث نے اس حدیث سے ترکِ رفع پر استدلال نہیں کیا۔

جواب: یہ حدیث اور بوقت سلام اشارہ سے منع کی حدیث دو الگ الگ احادیث ہیں۔

چنانچہ امام مسلم جن سے یہ حدیث پیش کی گئی ہے ان کے ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے:

امام مسلم نے باب یوں قائم فرمایا ہے: ”باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنھی عن الاشارۃ بالید ورفعھا عند السلام واتمام الصفوف الاول والیراص فیھما والامر بالاجتماع“

اس باب کا پہلا حصہ ”الامر بالسکون فی الصلوٰۃ“، نماز میں سکون اختیار کرنے کا باب: باب کے اس حصے کے ثبوت میں یہی حدیث اسکنو فی الصلوٰۃ والی لائے ہیں۔

باب کا دوسرا حصہ ”النھی عن الاشارۃ بالید ورفعھا عند السلام“، سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کی ممانعت: اس حصہ کے ثبوت کے لیے دوسری حدیث لائے ہیں ”وانما یکفی احدکم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلم علی اخیہ من علی یمینہ وشمالہ“ یعنی بس تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے، پھر اپنے دائیں بائیں والے پر سلام کرے۔

باب کا تیسرا حصہ ہے ”واتمام الصفوف الاول والیراص فیھما والامر بالاجتماع“ پہلی صفوں کو مکمل کرنا اور ان میں جڑنا اور اجتماع کے حکم کے بارے میں: اس حصے کو ثابت کرنے کے لیے تیسری حدیث لائے ہیں استووا ولا تختلفوا

پس ثابت ہوا کہ سلام کا لفظ دوسری حدیث کے متعلق ہے۔ پہلی حدیث پر باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ہے یعنی نماز میں سکون اختیار کرنے کا باب۔ اس کے نیچے حدیث وہی لائی گئی ہے جس میں رفع یدین کو سکون کے خلاف قرار دے کر منع فرمایا دیا گیا۔ لہٰذا جو حدیث ہم پیش کر رہے ہیں، اس پر باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ ہے، اس میں سلام اور تشہد کا لفظ نہیں۔

اعتراض نمبر 3: یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک عمل خود نبی پاک نے پہلے کیا اور بعد میں اسی اپنے کیے ہوئے عمل کو مست گھوڑوں کی دمیں فرمایا۔ یہ ممکن نہیں۔ اس سے تو نبی علیہ صلوٰۃ والسلام کی تنقیص اور توہین ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ

جواب: اشارہ عند السلام کو تو غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کیا تھا۔ آخر نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایسا کیا کرتے دیکھا نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم سے کیا یا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی موجودگی میں ہوا اور پہلے آپ دیکھتے رہے بعد میں فرمایا کانھا اذناب خیل۔ گزارش یہ ہے کہ سلام کے وقت ہاتھوں کا اٹھانا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے کس کو دیکھ کر شروع کیا تھا؟ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عمل یا حکم کے بغیر ایسا کیونکر کر رہے تھے؟ یقیناً اس پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عمل تھا یا حکم یا تقریر۔ ان تینوں صورتوں میں وہی اعتراض جو یہ غیر مقلدین کرتے ہیں وہ ان پر بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ فعل جو

کیاہے یا حکم دیاہے یا کرنے پر خاموش رہ چکے ہیں، بعد میں اسے گھوڑوں کی دمیں کس طرح فرما سکتے ہیں؟ کیا جب یہ فعل دموں والا بوقت سلام ہوتا رہا، اس وقت آپ اس پر خوش تھے، اس لیے خاموش رہے؟

نیز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دیگر ایسی مثالیں موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود ایک کام کیا اور پھر بعد میں اس کے منسوخ ہونے پر اس کے لیے سخت الفاظ استعمال کیے۔

چنانچہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اقعاء کرنا ثابت ہے۔ (ترمذی جلد1، صفحہ38۔ ابو داؤد جلد1، صفحہ123)

لیکن پھر خود اسے عقبۃ الشیطان کہا۔ (صحیح مسلم جلد1، صفحہ195)

اعتراض نمبر4: اگر اس حدیث کو ترک رفع پر مان بھی لیا جائے تو حنفی پھر وتر اور عیدین کی رفع یدین کیوں کرتے ہیں، انہیں وہ بھی چھوڑ دینی چاہئیں، کیونکہ وہ بھی فی الصلوۃ یعنی نماز کے اندر کی رفع یدین ہیں۔

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نفل نماز پڑھ رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم وہاں باہر سے تشریف لائے، اگر یہ عیدین کی نماز ہوتی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم جماعت کروا رہے ہوتے۔ یہ تو غیر مقلدین بھی مانتے ہیں کہ نمازِ عیدین جماعت سے ہوتی ہیں اس کے تو وہ بھی قائل نہیں کہ نمازِ عیدین انفرادی پڑھی جائے۔ تو یہ محال ہے کہ عیدین ہو رہی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز میں شریک نہ ہوں اور یہ بھی محال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جماعت کروانی شروع کر دی ہو۔ پس یہ مان لیا جائے کہ یہ عیدین کی نماز تھی تو یہ ماننا لازم آئے گا کہ نمازِ عید قضاء ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بتایا بھی نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعد میں تشریف لائے۔ اسی طرح اگر وتر کی نماز مانا جائے تو بھی عشاء کی نماز کی جماعت کا مسئلہ اور سوال اٹھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نماز کی جماعت سے رہ گئے اور بعد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام نے انتظار بھی نہیں کیا اور خود جماعت کروالی اور وتر بھی پڑھنے لگے تب جا کے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے۔ یہ محال ہے کیونکہ صحابہ کرام تو نبی پاک علیہ صلوٰۃ والسلام کا عشاء میں اتنا انتظار فرماتے تھے کہ انہیں نیند آنے لگتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ عام نمازوں اور عیدین و وتر میں فرق ہے۔ جب بھی احکامِ عیدین و وتر آتے ہیں ساتھ واضح لفظ عید یا وتر موجود ہوتا ہے۔ جب کہ اس حدیث میں عام نماز کا عمومی لفظ ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین نے اس حدیث کو باب الصلاۃ میں رقم کیا ہے باب الصلاۃ العیدین یا باب الصلاۃ الوتر میں نہیں۔ پس اصول کے لحاظ سے خصوص کو عموم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، پس یہ قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

لہٰذا یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم نمازِ پنجگانہ (یعنی پانچ فرض نمازوں کے ساتھ پڑھی جانی والی نمازوں) کے بارے میں ہے کسی خاص نماز (یعنی نمازِ عیدین یا نمازِ وتر) کے بارے میں نہیں۔

تیسری بات یہ کہ احناف نماز میں جن مواقعوں (یعنی رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت، سجدے میں جاتے اور اٹھتے وقت، دونوں سجدوں کے درمیان، دوسری رکعت کے شروع میں، تیسری رکعت کے شروع میں اور سلام پھیرتے وقت) کے رفع یدین کو منسوخ مانتے ہیں ان تمام مواقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اور نہ کرنا بھی ثابت ہے جبکہ اس کے برعکس نمازِ عیدین اور نمازِ وتر میں جن مواقعوں پر احناف رفع یدین کرتے ہیں ان مواقعوں پر رسول اللہ سے رفع یدین کرنے کی دلیل تو ملتی ہے لیکن نہ کرنے کی نہیں ملتی۔ اسی لئے ہم (احناف) ان مواقعوں پر رفع یدین کرتے ہیں۔

2۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت:

سنن ترمذی میں ہے" قال عبد اللہ بن مسعود ألا أصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ إلا في أول مرۃ "ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں اس طریقے کے مطابق نماز پڑھاؤں جس انداز سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی تو ایک ہی مرتبہ یعنی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھائے۔

(سنن ترمذی، جلد1، صفحہ164، مطبوعہ لاہور)

اعتراضات وجوابات:

اعتراض1: حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمتہ نے اس کی جرح کی ہے، فرماتے ہیں: "لم یثبت حدیث ابن مسعود"

جواب: عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کی جرح پیش کرنا مفید نہیں کیونکہ ان کا رجوع ہو چکا ہے کہ انہوں نے خود اس حدیث سفیان ثوری کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ سنن النسائی میں امام نسائی نے اسے درج کیا ہے: "أخبرنا سوید بن نصر، قال: أنبأنا عبد الله بن المبارک، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبد الله قال: ألا أخبرکم بصلاۃ رسول الله؟ قال: فقام فرفع یدیه أول مرۃ، ثم لم یعد "ترجمہ: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ خبر دوں، پھر آپ نے (نماز شروع کرنے کے لیے) پہلی مرتبہ ہاتھوں کو اٹھایا، اس کے بعد پھر (کسی اور رکن میں) نہیں اٹھایا۔

(سنن النسائی، جلد2، صفحہ182، مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبری بالقاہرۃ)

الدرایہ میں حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے وکیع کے تفرد کے جواب میں عبد اللہ بن المبارک کی اس روایت کو علماء کے حوالے سے بطور متابعت پیش کیا ہے، حالانکہ پہلے ابن مبارک کی جرح پیش کی" و نقل عن ابن المبارک انه قال لم یثبت عندی "اور تھوڑا آگے لکھا" قال وقال غیر ابن القطان لم ینفرد بها وکیع بل أوردها النسائي من طریق ابن المبارک عن الثوري "یعنی ابن قطان کے علاوہ بقیہ علماء نے فرمایا ہے کہ اس روایت کو اکیلے وکیع نے ہی روایت نہیں کیا بلکہ امام نسائی نے اسے ابن مبارک عن الثوری کے طریق سے ذکر کیا ہے۔

(الدرایہ مع الھدایہ، جلد1، صفحہ149، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت)

اس سے پتہ چلا کہ اگر ابن مبارک کی وہ جرح معتبر اور باقی ہوتی تو علماء متابعت میں ابن مبارک کی روایت پیش نہ کرتے، کیونکہ ایک چیز کا جب ثبوت ہی نہیں تو اسے متابعت میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔؟

اعتراض2: امام شافعی نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔

جواب: امام شافعی نے حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی موقوف روایت پر جرح کی ہے نہ کہ ہماری اس روایت پر، چنانچہ کتاب سنن کبری للبیہقی میں ہے: "قال الزعفراني: قال الشافعي في القدیم: ولا یثبت عن علي وابن مسعود یعنی ما رووہ عنهما من أنهما کانا لا یرفعان أیدیهما في شیء من الصلاۃ إلا في تکبیرۃ الافتتاح "یعنی امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ جو انہوں نے حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے یہ ثابت نہیں۔

(السنن الکبری، جلد3، صفحہ497، مطبوعہ مرکز ھجر للبحوث والدراسات العربیۃ والإسلامیۃ، القاھرۃ)

پتہ چلا کہ امام شافعی ان موقوف روایات کے متعلق عدم ثبوت کا موقف رکھتے تھے نہ کہ ہماری بیان کردہ روایت کے متعلق اور وہ بھی امام شافعی کا قول قدیم تھا۔

قائلین رفع یدین کے دلائل اور ان کا جواب

دلیل نمبر1:

سنن ابن ماجہ میں ہے:"حدثنا عثمان بن أبي شيبة وهشام بن عمار، قالا: حدثنا إسماعيل بن عياش، عن صالح بن كيسان، عن عبد الرحمن الأعرج، عن أبي هريرة، قال: رأيت رسول الله يرفع يديه في الصلاة حذو منكبيه حين يفتتح الصلاة، وحين يركع، وحين يسجد"ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز شروع کرتے وقت کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا، اسی طرح رکوع وسجود کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

(سنن ابن ماجہ، جلد1، صفحہ279، مطبوعہ دار إحیاء الکتب العربیة)

جواب: یہ روایت جو کہ ان کا متدل ہے، قابل احتجاج واستدلال نہیں ہے اس لئے کہ یہ روایت اسماعیل بن عیاش عن صالح بن کیسان کی طریق سے ہے اور اسماعیل بن عیاش کے بارے میں فن اسماء الرجال کے متعدد علماء کا ضعیف ہونے کا قول ہے۔

چنانچہ امام نسائی نے فرمایا:"اسماعیل بن عیاش ضعیف کثیر الخطا"

(السنن الکبری للنسائی، جلد6، صفحہ357، مطبوعہ مؤسسة الرسالة، بیروت)

امام ابن حبان نے فرمایا:"کثیر الخطافی حدیثه" (عمدۃ القاری، جلد5، صفحہ275، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امام أبو بکر أحمد بن الحسین بن علی البیھقی نے فرمایا:"لا یحتج به"

(السنن الکبری للبیہقی، جلد6، صفحہ134، مطبوعہ مرکز ھجر للبحوث والدراسات العربیة والإسلامیة، القاھرۃ)

پس ثابت ہوا کہ اس روایت سے استدلال واحتجاج کرنا درست نہیں، کیونکہ یہ روایت درجہ صحت پر فائز نہیں۔

دلیل نمبر2:

سنن نسائی میں ہے:"عن وائل بن حجر قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع"ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا، اسی طرح رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔

(سنن نسائی، جلد8، صفحہ44، مطبوعہ المکتبة التجاریة الکبری بالقاھرۃ)

جواب: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کے مخالف ومتضاد ہے۔ اب اگر دونوں شخصیات کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدنا عبد اللہ بن مسعود بنسبت حضرت وائل کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال کریمہ کو زیادہ سمجھنے والے اور ان کی صحبت بابرکت سے زیادہ فیض یاب ہونے والے ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے کہ آپ کی بارگاہ میں مہاجرین حاضر ہوں اور آپ سے حفظ دین کریں اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی بارگاہ میں کثیر الولوج ہیں۔ اسی طرح حضرت وائل بن حجر ہجرت کے نویں سال مدینہ پاک میں اسلام کی دولت سے مالامال ہوئے، یوں ان دونوں کے اسلام کے درمیان بائیس (22) سال کا فرق ہے۔

اسی وجہ سے جب حضرت مغیرہ نے سیدنا ابراہیم نخعی سے کہا کہ حضرت وائل حدیث پاک بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز شروع کرتے، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے رفع الیدین کرتے دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا "إن کان وائل رآہ مرة یفعل ذلک، فقد رآہ عبد اللہ خمسین مرة لا یفعل ذلک" یعنی اگر حضرت وائل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مرتبہ رفع الیدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبد اللہ نے پچاس مرتبہ رفع الیدین نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(عمدۃ القاری، جلد 5، صفحہ 275، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

دلیل نمبر 3:

سنن ترمذی میں ہے: "عن علي بن أبي طالب، عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أنه كان إذا قام إلى الصلاة المكتوبة رفع يديه حذو منكبيه، ويصنع ذلك إذا قضى قراءته وأراد أن يركع، ويصنعه إذا رفع رأسه من الركوع" ترجمہ: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فرض نماز پڑھنے کیلئے قیام فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور جب اپنی قراءت مکمل فرماتے، تو اسی طرح کرتے (رفع الیدین کرتے) اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے (رفع الیدین کرتے)۔

(سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 487، مطبوعہ شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر)

جواب: اگر خصم مولا علی پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پاک سے استدلال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان ہی مولا علی پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے منافی و معارض حدیث پاک بھی مروی ہے جو کہ درج ذیل ہے:

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "حدثنا وكيع، عن أبي بكر بن عبد الله بن قطاف النهشلي، عن عاصم بن كليب، عن أبيه، أن عليا، كان يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، ثم لا يعود" ترجمہ: عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز شروع فرماتے تو رفع الیدین فرماتے پھر (اس کے بعد) نہیں کرتے تھے۔

(مصنف ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 213، مطبوعہ مکتبۃ الرشد، الریاض)

اس حدیث پاک کی اسناد شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔

درج بالا دونوں روایات (خصم کی متدل اور ہماری متدل روایت) کو سامنے رکھیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مولا علی پاک کا موقف بھی "رفع اليدين في غير تكبيرة الاحرام" کے منسوخ ہونے کا تھا، تب ہی تو آپ نے رفع الیدین کو ترک کر دیا تھا۔

دلیل نمبر 4: غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ذیل کی حدیث صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین حضور علیہ السلام کا دائمی عمل تھا، کیونکہ اس میں لفظ کان واقع ہے جو استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

حدیث پاک یہ ہے:"أن ابن عمر قال: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام للصلاة، رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه ثم كبر فإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلک وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلک. ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود"ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح اٹھاتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے برابر ہوتے پھر تکبیر کہتے جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے جب رکوع سے اٹھتے تو اسی طرح کرتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو ایسا نہ کرتے۔

(صحیح مسلم، جلد1، صفحہ292، مطبوعہ عیسی البابي الحلبي وشرکاہ، القاھرۃ)

جواب: حدیثِ ابن عمر رضی اللہ عنہ نہ لینے کی وجہ:

یہ حدیث بعد تسلیم صحت چند وجوہ سے غیر مقلدین کے لیے قابل استدلال نہیں۔

پہلی وجہ: کلمہ "کان" مواظبت واستمرار پر اور تعدد وتکرار پر نہ عقلاً دلالت کرتا ہے نہ نقلا۔

عقلاً تو اس لئے نہیں کہ لفظ کان صیغہ ماضی مطلق "کون" سے مشتق ہے اور وہ ثبوت کا مترادف ہے تو مفاد اس کا ثبوت مطلق بغیر دوام و استغراق کے ہوا اس لئے کہ افعال کا مبداء وماخذ جنس مطلق ہوتا ہے اور جنس مطلق کے لئے کسی حصہ فرد کا تحقق کافی ہے مثلاً زید کسی وقت قائم تھا اور اس کے اس وقت کے قیام کو بہت لوگوں نے بیان کیا کہ "کان زید قائما" تو لوگوں کی حکایت کا تعدد وشمار محکی عنہ کے تعدد پر ہمہ گیر دلالت نہیں کرتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ حکایت محکی عنہ کے تابع ہوتی ہے اور محکی عنہ حکایت کے تابع نہیں ہوتا۔

نقلاً اس لیے نہیں کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ کان میں استمرار دائمی نہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:"عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وآله وسلم أنها قالت: كنت أطيب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لإحرامه قبل أن يحرم، ولحله قبل أن يطوف بالبيت"ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خوشبو تیار کررہی تھی آپ کے احرام کے لیے، احرام باندھنے سے پہلے اور طواف بیت اللہ سے پہلے، آپ کے احرام کھولنے کے لیے۔ (موطا امام مالک، جلد1، صفحہ328، مطبوعہ دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان)

ابو الطاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے:"منه دليل لاكثر المحققين على ان كان لايدل على التكبر الدوام اذا لم يرجع بعد صحبة عائشة الاحجة الوداع لايقال لعلها طيبته في في احرام العمرة لان المعتمر لايحل له الطيب قبل الطواف"ترجمہ: اس میں اکثر محققین کی دلیل ہے اس پر کہ لفظ کان تکرار ودوام پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کے بعد کوئی حج سوائے حجۃ الوداع کے نہیں کیا اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ شاید حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کے احرام میں خوشبو لگائی ہو اس لئے کہ معتمر کو خوشبو لگانا قبل از طواف ہرگز جائز نہیں۔

خلاصہ یہ کہ کان دائما استمرار کے لیے نہیں ہوتا۔ مگر کوئی بضد ہے تو ہم کہیں گے یہ استمرار اس وقت تھا جب رفع یدین ہوتا رہا، جب عمل ختم تو استمرار کی حد بھی ختم جیسے علم نحو کا قاعدہ ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل اپنی روایت کے خلاف تھا اور محدثین کے نزدیک یہ اصول ہے جب راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے یا فتویٰ دے، تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک یہ روایت یا تو منسوخ ہے یا اس میں کوئی تخصیص

کی گئی ہے یا اس کا کوئی معنی ہے یا وہ ضعیف روایت ہے، لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک رفع یدین والی روایت منسوخ ہو گئی تھی، اسی طرح جب راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کر لے یا فتویٰ دے دے، تو وہ روایت مجروح ہو جاتی ہے اور قابلِ حجت نہیں رہتی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز میں رفع یدین کا ترک دیکھا گیا ہے جیسا کہ طحاوی و مصنف ابن ابی شیبہ اور موطا امام محمد میں صحیح سند کے ساتھ روایت موجود ہے، اسی وجہ سے احناف نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ والی روایات کو منسوخ مانا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت پر عمل کیا ہے، کیونکہ ان کا عمل اپنی روایت کے خلاف نہیں ہے۔۔

تیسری وجہ: رفع یدین کرنے کے بارے میں جتنی بھی احادیث ہیں وہ فعلی ہیں قولی کوئی بھی حدیث نہیں ہے، جبکہ رفع یدین نہ کرنے کے متعلق فعلی روایات بھی ہیں اور قولی بھی ہیں (جیسے صحیح مسلم کی روایت پیچھے ذکر کی جا چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، تو منع فرما دیا) اور یہ اصول ہے کہ جب کسی مسئلہ کے متعلق قولی و فعلی احادیث میں تعارض آجائے اس وقت قولی احادیث کو ترجیح دی جاتی ہے، لہٰذا یہاں احناف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قولی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے اس پر عمل کیا اور فعلی روایات کو منسوخ مانا ہے۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: ”عن مجاهد قال: ما رأيت ابن عمر يرفع إلا في أول ما يفتتح“ ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نماز میں پہلی تکبیر کے سوا کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 3، صفحہ 22، مطبوعہ دار کنوز إشبيليا للنشر والتوزيع، الرياض)

راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے، تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ پہلی روایت اس کے نزدیک منسوخ ہے یا مخصوص ہے یا اس میں تاویل ہے یا ضعیف ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال، الجواہر المضیہ، فتح الباری، طبقات القاری الاثمار الجنیۃ، نخب الافکار میں ہے: واللفظ للاول: ”الراوی اذا عمل بخلاف ماروی هل يقدح فی صحة ماروی؟ قال أكثر أصحابنا إنه يمنع ويحمل على نسخ الحديث أو تخصيصه أو تأويله ۔۔۔ وجه قول العامة وهو أن عمله بخلاف ما روى: إما إن كان جزافا، ولا يظن بالصحابي ذلك. أو كان النص محتملا، فيصرفه إلى أحد وجوهه أيضا باجتهاده، وهذا لا يظن به أيضا، مع علمه أن اجتهاد غيره يجوز أن يكون بخلاف اجتهاده، مع كونه مأمورا بالنقل في مثله، لما روينا: نضر الله تعالى امرأ سمع مقالتي فوعاها ثم أداها كما سمعها فرب حامل فقه إلى من هو أفقه منه وإذا بطل هذان الوجهان، لم يبق إلا أنه علم نسخه أو علم تأويله، أو تخصيصه بمشاهدة حال النبي صلى الله عليه وآله وسلم، أو سمع في ذلك نصا جليا يوجب تخصيصه، أو علم إجماع الصحابه على ذلك، فوجب القول به“ ترجمہ: جب راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو کیا اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کی روایت کی صحت پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں پڑے گا؟ اکثر محدثین فرماتے ہیں اس کی روایت پر عمل کرنے سے منع کیا جائے گا اور اس کی روایت کو منسوخ ہونے یا مخصوص ہونے یا مؤول ہونے پر محمول کیا جائے گا ان اکثر محدثین کے قول کی وجہ یہ ہے راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یا تو ڈھکوسلے سے ہو گا اور یہ چیز صحابی کے متعلق گمان نہیں کی جا سکتی یا پھر نص احتمال رکھتی ہو گی اور اس راوی نے ان احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کی طرف اس حدیث کو اپنے اجتہاد سے پھیر دیا ہو گا اس چیز کا بھی صحابی کے متعلق گمان نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کو حدیث ہی نقل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے سنا، جیسے حدیث پاک میں ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے میری حدیث کو سنا اور اس کو یاد کیا اور جیسے سنا ویسے آگے پہنچایا، تو جب یہ دونوں وجہیں باطل ہو گئیں اب صرف یہ وجہ باقی رہ گئی ہے کہ اس راوی نے اپنی روایت کے خلاف عمل اس لیے کیا کیونکہ

اس کو اپنی روایت کے منسوخ ہونے کا یا اس کے مؤول ہونے کا یا نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے احوال کو مشاہدہ کر کے اس حدیث کے مخصوص ہونے کا علم ہو گیا ہے یا پھر اس کے متعلق اس نے کوئی ایسی واضح نص سنی ہو گی جو اس حدیث کی تخصیص کو ثابت کرتی ہے یا پھر اس پر صحابہ کا اجماع اس راوی کو معلوم ہوا ہو گا، لہٰذا ان وجوہات کا قول کرنا ضروری ہے۔

(میزان الاعتدال لعلاء الدین سمرقندی، جلد1، صفحہ444، مطبوعہ مطابع الدولۃ الحدیثیہ)

راوی کے اپنی روایت کے خلاف عمل کرنے سے وہ روایت مجروح ہو جاتی ہے، جیسا کہ التلویح میں ہے:"(فَصْلٌ) فِي الطَّعْنِ، وَهُوَ إمَّا مِنْ الرَّاوِي أَوْ مِنْ غَيْرِهِ وَالْأَوَّلُ إمَّا بِأَنْ يَعْمَلَ بِخِلَافِهِ بَعْدَ الرِّوَايَةِ فَيَصِيرُ مَجْرُوحًا ۔۔۔ كَحَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ فِي رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الرُّكُوعِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَحِبْت ابْنَ عُمَرَ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - عَشْرَ سِنِينَ فَلَمْ أَرَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ إلَّا فِي تَكْبِيرَةِ الافتتاح "ترجمہ: فصل ہے روایت میں طعن کے بارے میں یا تو طعن راوی کی طرف سے ہو گا یا غیر راوی سے، راوی کی طرف سے روایت پر طعن یوں ہو گا کہ راوی نے روایت کے بعد خود اپنی روایت کے خلاف عمل کیا ہو گا، لہٰذا وہ روایت مجروح ہو جائے گی جیسا کہ رکوع میں رفع الیدین کے باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے اور امام مجاہد کہتے ہیں میں ابن عمر کے ساتھ دس سال رہا میں نے ان کو صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (التلویح علی التوضیح، جلد2، صفحہ25، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

وہ روایت حجت نہیں رہتی، جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے:"عَمِلَ الرَّاوِي بِخِلَافِ مَا رَوَى أَوْ أَفْتَى لَا تَبْقَى رِوَايَتُهُ حُجَّةً "ترجمہ: راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرلے یا اس کے خلاف فتویٰ دے دے تو اس کی روایت حجت نہیں رہتی۔

(تبیین الحقائق، جلد1، صفحہ32، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامی)

جب ایک مسئلہ کے متعلق دو مختلف فعل مروی ہوں، تو وہاں قول کی طرف رجوع کیا جائے گا، جیسا کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے ہو گا یا بعد میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لمعات التنقیح اور عمدۃ القاری میں ہے: واللفظ للاول:" وتقريره أن فعله جاء متعارضًا فتمسكنا بقوله، وهو أقوى عندنا من الفعل كما ثبت في أصول الفقه خصوصًا عند التعارض "اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل اس کے متعلق متعارض ہے، تو ہم قول سے استدلال کریں گے اور قول ہمارے نزدیک فعل سے قوی ہوتا ہے خصوصاً تعارض کے وقت جیسا کہ اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہے۔ (لمعات التنقیح، جلد3، صفحہ155، دار النوادر دمشق)

(2) جب قولی اور فعلی حدیث میں تعارض ہو، تو اس وقت قولی حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے، جیسا کہ التبصرہ فی اصول الفقہ، التنویر شرح الجامع الصغیر، سبل السلام شرح بلوغ المرام اور اصول الفقہ لابن مفلح میں ہے: واللفظ للاول:"اذا تعارض القول والفعل فی البیان فالقول اولی من الفعل "ترجمہ: جب بیان میں قول و فعل متعارض ہوں، تو قول کو لینا اولیٰ ہوتا ہے۔

(التبصرہ فی اصول الفقہ، جلد01، صفحہ249، مطبوعہ دار الفکر دمشق)